بازی بن جاتی ہے۔ دانش، تعمیر کرتی ہے۔ تھڑے بازی تخریب کرتی ہے۔ تھڑے باز چوراہوں میں بیٹھ کر دوسروں کی پگڑی اچھالتے ہیں اور دانشور اخبارات میں اپنی دانش کے موتی بکھیرتے ہیں۔ ہمیں منو بھائی سے کئی اختلاف ہیں مگر ان کا گریبان دانشوری کا عمدہ نمونہ ہوتا ہے۔ اسی طرح ہمیں قاسمی صاحب کا الحمرا والا پہلو پسند نہیں ہے مگر ان کا کالم حکمت و دانش سے لبریز ہوتا ہے۔ ڈاکٹر صفدر محمود کے صوفیانہ افکار سے اختلاف ہزار ہیں مگر ان کے کالم میں دانشوری جوبن پر ہوتی ہے۔ ہماری استدعا ہے کہ میڈیا ہاؤسز دھیرج اور ٹھہراؤ سے کام لیں اور جذبات کے گھوڑے کو مہمیز نہ لگائیں تو قوم کا بھلا ہوگا۔

انڈیا سے کرکٹ اور کمپری ہینسو ڈائیلاگ (Comprehensive)

شہریار خان شاید بھارتی لابی کا آدمی ہے۔ وہ اپنی حکومت کی اجازت کے بغیر بن بلائے مہمان کی طرح بھارت جا دھمکا اور قوم کی ناک کٹوا کر واپس آ گیا۔ شاید اس کی اپنی تو کوئی ناک ہی نہیں کہ انڈیا سے جوتے کھا کر آیا ہے اور پھر اسی کے راگ الاپتا ہے۔ اس کی مثال اس کمین کی ہے جو گاؤں کے چوہدری سے اپنے بیٹے کیلئے اس کی بیٹی کا رشتہ مانگنے چلا گیا اور چوہدری نے مرغا بنا کر اپنے کارندوں سے اس کی چھترول کرائی۔ مگر چھترول کے بعد پھر گویا ہوا۔ ’’چوہدری صاحب تو کیا میں رشتے سے جواب ہی سمجھوں؟‘‘

ہمیں تو کرکٹ سے نفرت ہے، شہریار خان پی۔سی۔بی کے چیئرمین کی حیثیت سے کرکٹ کھیلنے اور کھیلانے کے پابند ہیں۔ ہمیں اس سے کوئی سروکار نہیں مگر وہ قومی غیرت کا بلیدان شیوا کے استھان پر کرنے سے پرہیز کریں۔ مشرف کے Composite ڈائیلاگ کو ششما دیوی جی comprehensive کا نیا نام دے کر واپس چلی گئی ہیں اور ہمارے دانشور بڑے بڑے امید افزا تبصروں کی دھوم مچا رہے ہیں۔ ہم امید کا دامن نہیں چھوڑتے مگر یہ شعر بلا تبصرہ پیش کرتے ہیں۔

سنبھلنے دے مجھے اے ناامیدی کیا قیامت ہے
کہ داماں خیال ’’وادی کشمیر‘‘ چھوٹا جائے ہے مجھ سے

شعر میں خیال یار کی جگہ وادی کشمیر کے استعمال سے توازن بگڑ گیا ہے جس پر معذرت خواہ ہیں۔

یہ ڈائیلاگ 1948 سے ہوتے آ رہے ہیں۔ فرق صرف یہ پڑا ہے کہ پہلے سلامتی کونسل کے فورم پر ہوتے تھے۔ 1965ء کے بعد سے دوطرفہ ہو گئے ہیں۔ میدان جنگ بھی اس تنازعہ سے سجے مگر کچھ نہ بنا۔

2

تاشقند اور شملہ کے معاہدات و اعلانات میں بھی یہ موضوع زیر بحث رہا۔ واجپائی صاحب مینار پاکستان کے سائے میں کھڑے ہو کر پاکستان کو تسلیم کرنے کا صمیم قلب سے اعلان کر گئے، بیک ڈور چینل پر بھی بہت کچھ سنا گیا۔ مگر بقول واجپائی جی دوستی بس کارگل پر چڑھ گئی اور معاملہ ٹھپ ہو گیا۔ پھر Composite ڈائیلاگ کو بمبئی حملہ کیس کھا گیا۔ مذاکرات مذاق رات بن کر رہ گئے۔ یہ تاریخ بڑی طویل ہے۔ اب جو دانہ ششما دیوی بکھیر گئی ہیں اور اپنے مطلب کی بات کہہ گئی ہیں۔ ان مذاکرات کے نتیجے اور اعتماد سازی کے حوالے سے وہ ہم سے واہگہ کے راستے افغانستان تک زمینی رسائی مانگیں گی اور وہ ہم آدھی تو پہلے ہی دے چکے ہوئے ہیں باقی اب دے دیں گے اور بھارتی ٹرک سیدھے طورخم تک جایا کریں گے رہا کشمیر کا مسئلہ تو وہ جوں کا توں برقرار رہے گا۔ کشمیر تو دُور کی بات ہے وہ ہم سے سیاچن اور سر کریک جیسے ثانوی تنازعات پر بھی کبھی کوئی تصفیہ نہ کرے گا۔ ہمارے سفارت کار آخر کار باہمی تجارت کھولنے پر راضی ہو جائیں گے اور تجارت بھی خسارے کی۔ یعنی ہماری برآمدات کم اور درآمدات زیادہ ہوں گی جو سراسر انڈیا کے مفاد میں ہو گا۔ آسمان گر سکتا ہے مگر یاد رکھیں انڈیا ہمیں کشمیر چھوڑ کشمیر کا سیب بھی نہ دے گا۔ ہماری قیادت اس حقیقت کو جانتی ہے مگر تجاہل عارفانہ سے کام لیتی ہے۔ ہم گفت وشنید کے ذریعے تنازعات کے حل کے قائل ہیں مگر دوسرا فریق تو کشمیر کو اپنا اٹوٹ انگ کہتا ہے۔ ہماری سفارت کاری بڑی کمزور ہوتی ہے۔ ہم یہ مطالبہ کریں کہ پہلے انڈیا کشمیر کو متنازعہ علاقہ تسلیم کرے پھر مذاکرات شروع ہو سکتے ہیں۔ ورنہ تضیع اوقات کا یہ سلسلہ یونہی جاری رہے گا۔

افغانستان سے مطالبہ

وزیر اعظم افغانستان میں چھپے پاکستانی دہشت گردوں کے خلاف فوجی کاروائی کا مطالبہ تو افغان صدر سے کرتے ہیں جو یقیناً جائز اور درست ہے مگر اسلام آباد کے عین قلب میں بیٹھے دہشت گرد انہیں نظر نہیں آتے۔ اخبارات ان کی توجہ اس طرف منعطف کرا چکے ہیں حالانکہ داعش کے خلیفہ بغدادی کے سلسلہ بیعت میں ان کی شمولیت کے اعلان اخبارات میں آچکے ہیں۔

بھارتی لابی

کانگریس ہو کہ بی۔ جے۔ پی مسلمانوں کے حق میں دونوں یکساں طور پر ظالم ہیں۔ کانگریس